

## تازہ امریکی جاریت اور امت مسلمہ

عبدالرشید صدیقی<sup>۰</sup>

امریکی سفارت خانے کی بیت المقدس منتقلی کے سلسلے میں جنوری ۲۰۱۸ء کے اشارات، میں پروفیسر خورشید احمد صاحب نے فکر انگیز خیالات پیش کیے ہیں۔ انھوں نے امریکی اور اسرائیلی ملی بھگت سے تیار کردہ جارحانہ پالیسی کو بے نقاب کیا ہے اور مسلم حکومتوں اور عوام کے دعماں کا جائزہ بھی پیش کیا ہے۔ اس سلسلے میں جو ثابت اقدام کیے جاسکتے ہیں ان کی نشان دہی بھی فرمائی ہے۔ اگرچہ مسئلہ فلسطین ہم سب کے نزدیک نہایت اہم ہے لیکن صرف یہی اس امت کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ یہ اور بہت سارے مسائل کے ساتھ انجام ہوا ہے۔ جب تک امت کی صورت حال میں ثابت انداز میں تبدیل نہیں آتی، کسی بھی مسئلہ کا حل ممکن نظر نہیں آتا۔ اس حوالے سے چند گزارشات پیش ہیں:

دنیا میں ہر چوتھا آدمی مسلمان ہے۔ اس وقت ۷۵ خود مختار مسلم ممالک ہیں جن کے پاس بے انتہا قدرتی اور انسانی وسائل موجود ہیں۔ دنیا میں مسلمانوں کی آبادی ایک ارب ۸۰ کروڑ ہے۔ اگر یہ سب متحد ہو جائیں تو ایک ناقابل نکست قوت بن سکتے ہیں اور ان شاء اللہ اس امت کی تقدیر بدل سکتے ہیں۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلم ممالک ایک دوسرے سے دست و گریبان ہیں۔ اس طرح امت قومیت اور گروہی اختلافات میں گرفتار ہے۔

صرف چھٹے چند برسوں کا جائزہ لیں کہ کس و سیچ پیانے پر فلسطین، مصر، لیبیا، شام، عراق، لبنان، یمن، افغانستان، پاکستان، الجزاير، میانمار (برما)، بگلہ دیش، ترکی میں خون ریزی اور بر بادی ہوئی ہے۔ بھارت اور کشمیر میں مسلمان سخت کسپری کے حالات سے گزر رہے ہیں۔

<sup>۰</sup> سینیئر ریسرچ اسکالر، دی اسلامک فاؤنڈیشن، لسٹر، برطانیہ

ان خانہ جنگیوں میں القاعدہ، داعش اور دیگر بزرگ خود جہادی جماعتوں بھی شامل ہیں، جو اپنے دشمنوں کے خلاف متحد ہونے کے بجائے مسلمانوں کے قتل کے درپے ہیں۔ اپنے ملکوں کو خود ہی تباہ و بر باد کر رہے ہیں۔ ان کے سفا کا نہ حملوں میں مساجد اور ماہ رمضان کا بھی احترام نہیں کیا جاتا۔

پانچویں صدی ہجری جو سنه عیسوی کی گیارہویں صدی سے مطابقت رکھتی ہے، کامنظیر یہ تھا: بروز جمعہ ۲۳ شعبان ۴۹۲ ہجری (۵ جولائی ۱۰۹۹ء) کو مسیحی جنگجو (Crusaders) یروشلم پر حملہ کر کے شہر میں داخل ہو گئے۔ ۷۰ ہزار مسلمانوں کو جن میں مردوں کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی شامل تھے تھے تباہ کر دیا۔ انہوں نے بیت المقدس کی قیمتی اشیا کو لوٹ لیا۔

امام ابن کثیر<sup>ر</sup> (۱۳۰۱ء-۱۱۳۵ء) نے مسلمانوں کی شکست کے اسباب بیان کیے ہیں کہ فاطمی خلیفہ وقت داخلی ریشہ دو ایویوں سے کمزور ہو گیا تھا۔ اعلیٰ سوسائٹی میں رشوت کا بازار گرم تھا اور دربار سازشوں اور ساز بازوں میں گھبرا ہوا تھا، اس لیے یہ ممکن نہ تھا کہ باہر کے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا جاسکے۔

ان گہریں حالت میں صلاح الدین ایوبی (۱۱۳۸ء-۱۱۹۳ء) ایک چھوٹی سی ریاست میں بر سر اقتدار آیا۔ اس نے سیاسی صورت حال کا جائزہ لیا اور اپنی حکمت عملی سے ان کو حل کرنے کی کوشش کی۔ سب سے پہلے اپنی حکومت ختم کر کے امت کو اپنی قیادت پر مجمع کیا۔ چنانچہ دوسری صلیبی جنگ جولائی ۱۱۸۷ء میں ہوئی تو صلاح الدین ایوبی نے عیسایوں کو شکست فاش دی اور یروشلم دوبارہ فتح کر لیا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ: آئندہ کوئی بھی جنگ جو قوم جو مسلمانوں سے نہ رازما ہوئی تو وہ شکست کھائے گی کیوں کہ اس امت نے سبق سیکھ لیا ہے۔

وائے افسوس! کہ اس امت نے یروشلم پھر اپنے ہاتھوں سے گنوادیا۔ فاطمی خلیفہ کی طرح ترک عثمانی خلیفہ بھی کمزور تھا۔ ترک خلافت میں بھی رشوت تانی گرم اور آپس میں ناقلوں تھی۔ مغرب نے اپنے جاسوس لارنس آف عرب یا ار گلب پاشا کے ذریعے عربوں اور ترکوں کو آپس میں اڑا دیا۔ قرآن نے اکثر تاریخی و اجتماعی سے ہمیں سبق سکھانے کی کوشش کی ہے اور بتایا ہے کہ واقعات یونہی رومنا نہیں ہوتے۔ کوئی اندھی قوت انسانوں کے معاملات طے نہیں کرتی بلکہ قانون خداوندی انسانوں کے معاملات کی گہد اشت کرتا ہے:

وَتُعَزِّزُ مَنْ نَشَاءُ وَتُذَلِّلُ مَنْ نَشَاءُ طِبِيلِكَ الْحَيْرُ طِبِيلِكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ<sup>۴۳</sup>  
 (آل عمرن ۲۶:۳) جسے چاہے عزت بخشنے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے۔ بھلائی  
 تیرے اختیار میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

پھر قرآن کریم بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ منصف اور عادل ہے، جو انصاف اور عدل کو پسند کرتا  
 ہے اور دنیا میں انصاف کو قائم دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ فساد فی الارض کو ناپسند کرتا ہے:

وَيَسْعَونَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا طِبِيلَهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ<sup>۴۴</sup>(المائدہ ۲۳:۵)  
 یہ زمین میں فساد پھیلانے کی سعی کر رہے ہیں مگر اللہ فساد برپا کرنے والوں کو ہرگز پسند  
 نہیں کرتا۔

لہذا کوئی بد دیانت حکومت کبھی پنپ نہیں سکتی اور اس کی جگہ وہ قوم لیتی ہے جو نسبتاً بہتر ہو۔  
 اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوںؐ کو یہی نصیحت سورہ حمد میں یوں بیان کی ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا إِلَيْبِينَ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَبَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُولُوا  
 النَّاسُ يَأْلِقُسْطِ طِبِيلَهُ (الحدید ۲۵:۵۷) ہم نے اپنے رسولوںؐ کو صاف صاف  
 نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ  
 لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

اس آیت کی تشریح کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تین چیزیں لے کر آئے:  
 ۱- بیانات، یعنی کھلی کھلی نشانیاں جو واضح کریں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔

۲- کتاب، یعنی انسان کی ہدایات کے لیے تعلیمات۔

۳- میزان، وہ معیارِ حق و باطل کے انصاف کی بات کیا ہے۔

ان تینوں چیزوں کا مقصد یہ تھا کہ دنیا میں انسان کا رویہ اور انسانی زندگی کا نظام فرد افراد اور اجتماعی طور پر بھی عدل پر قائم ہو۔ (تفہیم القرآن، ج ۵، ص ۳۲۱-۳۲۲)

کیا ہم دیانت داری سے کہہ سکتے ہیں کہ ہماری مسلم حکومتیں اور عوام اس معیارِ حق پر  
 پورے اترتے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہیں اور جو واقعات بھی ہو رہے  
 ہیں یہ سب ہمارے لیے عبرت کا تازیانہ ہیں کہ شاید ہم اپنے حالات کو بدلنے کی کوشش کریں۔

تو پھر صلاح الدین ایوبی جیسی شخصیت کیسے پیدا ہوگی؟ اس کے آثار کچھ امیدافزا تو نہیں ہیں لیکن ہمیں نا امید بھی نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا دلوں کا فیصلہ ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ط (الرعد: ۱۱-۱۳) حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا، جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدلتی۔ آج کی صورت حال میں ہمیں یہودی لاپی کو غیر مؤثر بنانے کے لیے مسلم لاپی کو مضبوط اور مؤثر کرنے کی ضرورت ہے۔ یہاں مغرب میں مقیم مسلمانوں کی قیادت کا ہے جو مسلمانی اور فرقہ وارانہ اختلافات سے پاک ہو کر یہاں کے مختلف جمہوری اداروں میں نفوذ کریں۔ اگر یہودی اپنی قلیل آبادی کے باوجود کامیاب ہو سکتے ہیں تو مسلمان کیوں ان کا اس میدان میں مقابلہ نہیں کر سکتے؟

عرب ممالک کی مسلسل ناکامی کے بعد یہ مدد داری پاکستان، ترکی، انڈونیشیا اور ملائیشیا کی بنتی ہے کہ وہ امت مسلمہ کے حالات کا جائزہ لیں اور جس طرح مدیر محترم نے تجویز کیا ہے کہ تمام ہم خیال مسلم ممالک کو مشاورت میں شریک کر کے اجتماعی پالیسی تشكیل دیں اور اس کو بروے کار لائیں۔ یہ تمام چیزیں اپنی جگہ نہایت اہم ہیں اور ان پر فوری توجہ اور قابل عمل حکمت عملی کے ساتھ پیش رفت کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن امت کے لیے نہایت اہم مسئلہ جس کے بغیر وہ کبھی بھی ترقی کی راہ پر گامز نہیں ہو سکتی وہ اس کا زوال علم ہے، جس کی طرف توجہ متعدد اہل علم دلاچکے ہیں۔ صرف ایک اقتباس پیش کر رہا ہوں جس کا اظہار علامہ اقبال نے اپنی آخری علاالت کے دوران کیا تھا۔ یہ قابل توجہ ہے جس سے ان کی اس امت کی بہبود کے لیے بے چینی اور تشویش کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ یادداشت ۱۹ مارچ ۱۹۳۸ء کی ہے جو سید نذر نیازی مرحم نے درج کی ہے:

علمِ اسلام میں تجربہ و تحقیق کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ نہ استحباب علم ہے، نہ علم کے لیے کوئی سعی و کاوش۔ یورپ کی حالت اس سے کسی قدر مختلف ہے۔ وہاں تحقیق ہے، تجربہ ہے، علم سے دلی شغف، شب و روز کی محنت، شب و روز انہاک، حالاں کہ ایک زمانے میں وہاں تجربہ و تحقیق تو درکنار علم کا نام لینا بھی گناہ میں داخل تھا۔

مسلمانوں میں علمی تجسس کا فقدان ہے۔ علمِ اسلام کا ذہنی اخبطاط حد درجہ اندوہنا ک ہے۔ مسلمانوں میں علمی روح باقی ہے نہ علم و حکمت سے کوئی دلی شغف..... اگر ہے تو

تقلید یا پھر یورپ سے چند ایک مستعار لیے ہوئے نیحیات کا اعادہ۔

مسلمانوں کے زوال علم کی ذمہ داری محض سیاسی و معاشی حالات پر عائد نہیں ہوتی۔

مسلمانوں کا علمی زوال تو ان کے دور حکومت سے بھی کہیں زیادہ مقدم ہے۔ لہذا

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اسے زوال ہوا تو کیسے اور کیوں؟

مسلمانوں نے بھی کبھی اردوگرد کی دنیا سے علم و حکمت کا اکتساب کیا تھا، مگر پھر دیکھتے ہی

دیکھتے اس شان سے آگے بڑھے کہ علم و حکمت کی کائنات بدل دی۔ علم کو صحیح معنوں

میں علم کا درجہ عطا کیا۔ مسلمان آج پھر ایسا کیوں نہیں کر سکتے؟ مسلمانوں میں دم کیوں نہیں؟

اور یہ کہتے کہتے افسرہ خاطر ہو گئے۔ (اقبال کے مضمون، نشستیں اور گفتگوؤں،

اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۳۷۲-۳۷۳)

یہ تصریح آج سے ۸۰ برس پہلے کا ہے لیکن افسوس ہے کہ حالات میں کوئی خاطرخواہ تبدیلی

نہیں آئی۔ نہ جانے یہ حالات کب تک اس طرح برقرار رہیں گے! اس میں تبدیلی کے لیے کیا کیا

جا سکتا ہے؟ یہ اس امت کی بقا و فلاح کے لیے از حد ضروری ہے۔ یہ ہم سب کے لیے مشکل چینچ

ہے، تاہم اس حصے میں جو تبدیلی ہوئی ہے وہ یہ کہ کافی آزاد مسلم حکومتیں قائم ہو گئی ہیں۔

اس سلسلے میں ایک پہلو جس پر غور کیا جا سکتا ہے وہ یہ کہ مسلم حکومتیں اپنے بجٹ کا وفرحدہ

تعلیم اور تحقیق (research & development) پر خرچ کریں۔

دوسری تجویز جس پر غور کیا جا سکتا ہے وہ یہ کہ مسلم ممالک سے کافی سائنس دان، ڈاکٹر اور

انجینئر مغربی ملکوں میں مقیم ہیں۔ یہ فراہدہانت ہے۔ اس کو روکنے کے لیے تعلیم یافتہ لوگوں کے لیے

خود مسلم ممالک میں ان کی صلاحیتوں کے لحاظ سے ملازمت اور تحقیق کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہی مسبب الاسباب ہے، اگر ہم واقعی اس امت کی خیرخواہی کی طرف قدم

اُٹھائیں گے تو وہ ہمارے لیے راہیں کھول دے گا، ان شاء اللہ!